برصغیر کے اسلامی شعرائے عربی زبان کاتفنن اوراس کے مظاہر

* ڈاکٹر عبدالکبیر محسن

** ڈاکٹر حافظ افتخار احمد

Abstract

The Arabic poetry is present with all its tradtions in Sub-continent like Arab countries.Infact, Arabic language has a prominant place in all ages .The chief object of the poets is to prove their poetic intersest and work on serious topics.This article represents the struggles rendered by the poets of Sub-continent for Arabic language .

برصغیر پاک وہند کا عربی شاعری سے تعارف خلفائے راشدین کے عہد میں بلوچستان اور سندھ کا رخ کرنے والے عرب فاتحین کے ذریعہ ہوا، چونکہ دورِ جاہلی سے عرب شاعری ان کے معاشرے میں نمودار ہونے والے اہم واقعات کو اپنے اندر سمو لیتی اور شعراء ان کی بابت اظہارِ خیال کرتے تھے تو اسی ثقافتی ورثہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اسلامی لشکروں میں شامل شعر گوئی کا ملکہ رکھنے والے حضرات نے اپنی مہمات اور اس دوران پیش آنے والے بعض اہم واقعات کی منظوم منظر کشی کی (۱) مرورِ ایام اور رفتارِ زمانہ سے برصغیر کے لوگ دائرہِ اسلام میں داخل ہوتے گئے اس کا منطقی نتیجہ عربی زبان اور اس کے فنون کا تعلم تھا، دوسری صدی ہجری کے اوائل میں کئی سندھی الاصل باشندے عربی شاعری کے میدان میں بھی اپنی صلاحیتوں کو آزمانا شروع ہوئے ان میں ابوعطاء سندھی اور ابوضلع سندھی کے نام بطورِ مثال لئے جا سکتے ہیں، پھر زمانہ آگے بڑھا برصغیر کے مختلف اطراف واکناف میں اسلام کے قدم راسخ ہوئے اسلامی علوم اور عربی فنون کی تعلیم کے مراکز قائم ہوئے جن کی وجہ سے ہمارے ہاں ان علوم وفنون کے ساتھ ساتھ عربی زبان کو بھی ارتقاء ملا، دلی مسلمانوں کا سیاسی وعلمی مرکز بنا اور ہندی الاصل باشندوں اور برصغیر میں بسنے والے باشندوں کی کثیر تعداد مشرف با اسلام ہوئی تو بیسیوں اہلِ برصغیر نے اسلامی علوم وعربی فنون کے ساتھ ساتھ عربی شاعری میں بھی اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا اور متعدد صاحبِ دیوان شاعر منصۂ شہود پہ نمودار ہوئے اور روایتی شاعرانہ موضوعات کے ساتھ سیرتِ نبوی اور دیگر دینی وعلمی موضوعات کو نظم بند کیا (۲)

ہر قوم کی تاریخِ ادب میں ایک مرحلہ ایسا آتا ہے جب سنجیدہ موضوعات کا خانہ پر ہو جانے کی بناء پر رجحان غیر سنجیدہ موضوعات کی

*پروفیسر عربی فیکلٹی گورنمنٹ اصغر مال، راولپنڈی، پاکستان

**چیئر مین شعبہ علوم اسلامیہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور

طرف ہوجاتا ہے، اس کے کئی دیگر اسباب بھی محتمل ہیں شاعرانہ ملکات کو جب طبع آزمائی کیلئے روایتی موضوعات نہیں ملتے یا شعراء کے خیال میں انہی مضامین کو مسلسل باندھے جانا تکرارِلا حاصل ہوگا تو وہ اپنے اظہار کی خاطر کئی دیگر مظاہر کا انتخاب کر لیتے ہیں اصل مقصود شعری مہارت کا اثبات اور لسانی طلاقت کا اظہار ہوتا ہے کبھی یہ پیش رو شعراء کے قصائد کی متابعات اور کبھی ان کے معارضات کی شکل میں ہوتا ہے، کبھی تضمینات واقتباسات کی شکل میں اور کبھی اس کا اظہار بلاغتی محسنات کے استعمال کی صورت ہوتا ہے اور بسا اوقات جدید شعری قوالب اور بحور شعراء کی توجہ کا مرکز بنتے ہیں اور کبھی شاعرانہ ملکہ وصلاحیت کسی نئے مظہر کی صورت میں متشکل ہوتے ہیں، اس قسم کی نشاطات کو تفننِ طبع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، زیرِ نظر مقالہ میں برصغیر کے شعرائے عربی زبان کے اسی تفنن اوراس کے چند چیدہ مظاہر کو موضوع بحث بنایا گیا ہے، ہم ان مظاہر کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں ایک وہ جن کا تعلق پیش رو شعراء اوران کی استعمال کردہ اصنافِ سخن سے کسی نہ کسی صورت ہے اور دوم وہ جو ایسے نہیں۔

شعری متابعات:

شعری متابعت سے مراد کسی پیش رو شاعر کا کوئی قصیدہ مدِ نظر رکھتے ہوئے اس میں زیرِ بحث موضوع کو تائیدی انداز میں آگے بڑھانا، اس میں اسی وزن وقافیہ کی شرط عائد کی گئی ہے جو سابقہ قصیدہ کا ہے، برصغیر کی شعری متابعات کی ایک نمایاں مثال باقر آگاہ مدراسی (م ۱۲۲۰ھ) کا دیوان بعنوان: العشـرة الكاملة ہے جس میں سبع معلقات (۳) کی طرز ومنوال پر دس قصائد موزوں کئے ہیں۔ متابعات کے ضمن میں بعض شعراء نے کسی پیش رو شاعر کے کسی قصیدہ پر تخمیس جڑی (۴) ان میں شاہ رفیع الدین دہلوی ہیں جن کی بابت صاحبِ نزہۃ الخواطر (۵) لکھتے ہیں: (لـه تَـخْـمِـيـسٌ عـلـى بـعـض القصائد لـوالـده) کہ ان کی اپنے والدِ ماجد شاہ ولی اللہ دہلوی کے بعض قصائد پر تخمیسات ہیں، اسی طرح ان کے بڑے بھائی شاہ عبد العزیز نے بھی اپنے والد گرامی قدر کی دو مشہور نظموں بائیہ اور ہمزہِ نبویہ پر تخمیسیں نظم کیں (۶) ایک شیعہ عالم وشاعر سید حامد حسین فیض آبادی کی بھی اپنے شیخ سید ناصر الدین کی ایک نظم جو البرد الملفوف کے نام سے موسوم تھی، پر طویل تخمیس ہے (۷) سلسلہِ متابعات کی ایک اچھوتی مثال سورہِ مریم کی آیت نمبر: ۶۰ (إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًّا) کو مرکزِ توجہ بناتے ہوئے ایک عالم وشاعر کا اسی قافیہ پر ایک قصیدہ نظم بند کرنا ہے، یہ ہیں سید محمد عرفان طوکی جو سید احمد شہید بریلوی کے نواسہ تھے (۸) اس نظم کے چند اشعار درجِ ذیل ہیں:

يا خلِيْلِی لا تَيْأَسَنْ وترجیٰ وَإِنْ أُحرِمتَ بُكرةً وعَشِيًّا
وَتَناهَيْتَ فی فُجُورٍ وفِسْق وضَلالٍ تَكَبُّراً وعَتِيّا
وتَنَحَّيْتَ وانْصَرَفْتَ عُلُوّاً إذْهَوَى الناسُ سُجَّداً وبُكِيًّا
رحمة الله وَارْجُ منه نجاةً يَمْسحُ ما جِئتَ ذاكراً ونَسِيًّا

مقطع ہے:

فَتَيقَّنْ لِوَعْدِ ربّك و افرَحْ إنه كانَ وَعْدهُ مَأْتِيًّا

اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی متعدد شعرائے عربی زبان کا شیخ سعدی کے مشہور نعتیہ قطعہ: (بَلَغَ الْعُلیٰ بِكَمَالِهِ) کی طرزِ بندش پر اپنی نعتیں نظم کرنا ہے، ان میں مولانا شیخ احمد بدایونی ہیں جن کے طائرِ خیال نے یوں پرواز کی:

مَلَكَ الْوَرىٰ بكَمَالِهِ وَهَبَ الْهُدىٰ لِرجَالِهِ
سَمحَ العُلىٰ لِعَيَالِهِ قَطَرَ النَّدىٰ بنوالِهِ
بِضِيَائِهِ بِبَهَائِهِ بِفَنَائه بِبَقَائِهِ
بِوَلَائِهِ بِوَفَاتهِ قَسَماً بِكُلِّ خِصَالهِ (۹)

متابعت کی دونوں شرطیں یعنی بحر اور قافیہ کی وہی بندش، موجود ہیں۔ اسی کی متابعت میں مولانا حامد حسن قادری (م ۱۹۶۴ء) یوں گویا ہوئے:

هُوَ أفْصَحُ بِمَقَالِهِ هُوَ أكْمَلُ بِنَوَالِهِ
هُوَ أعْظَمُ بِجَلالِهِ هُوَ أفْقَدُ بِمِثَالِهِ (۱۰)

فیروز الدین احمد طغرائی کی طبعِ موزوں نے اس طرح اظہارِ خیال کیا:

لاحَتْ لَوَامعُ حَالِهِ بَرَقَتْ مَحَاسنُ قَالِهِ
فاضَتْ بُحُوْرُ نوالهِ صَلُّوْا عَلَيْهِ و آلهِ
قَلْبِىْ بشُغْلِ خِيَالِهِ رُوْحِىْ بِشَوْقِ وِصَالِهِ
نفسى بِذَوْقِ زُلَالِهِ صَلُّوْا عَلَيْهِ و آلهِ (۱۱)

مشہور عالم مولانا یوسف بنوری کے ذہنِ رسا نے یوں ساتھ دیا:

بَلَغَ الْعُلىٰ بِكَمَالِهِ فَاقَ الْوَرىٰ بِنَوَالِهِ
كَشَفَ الدُّجىٰ بجمالهِ شَمْسٌ ذَكَتْ بِفِعَالِهِ
حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهِ بِن هَدْيِهِ وَمَقَالهِ
صَلُّوْا عَلَيْهِ وآلهِ قَدْراً لِفَضْلِهِ وجَلالِهِ (۱۲)

اس نظم کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ متابعت کے ساتھ تضمین بھی کی۔ ان متابعات کے ضمن میں بعض اہلِ شعر کا سابقہ شعرائے عرب کے قصائدِ بدیعیہ کی طرز و غرار پر اپنے قصائد نظم کرنا ہے، اس ض۔ن میں برصغیر کے شعرائے عربی زبان میں سے درجِ ذیل نے اس پہلو سے طبع آزمائی کی: مفتی محمد عباس تستری، غلام علی آزاد بلگرامی، فیض الحسن سہارن پوری اور عبدالجلیل

بلگرامی، آزاد نے اس بدیعی اتجاہ میں یہ جدت پیدا کی کہ اپنے ایک عربی بدیعی قصیدہ میں بجائے عربی بدیعی اقسام استعمال کرنے کے سنسکرت کے علم بدیع کی الوان واقسام استعمال کیں اور ان کے عربی میں اسماء وضع کئے نیز عربی فنِ بلاغت سے ان کی نظیریں تلاش کیں، ان کی یہ کوشش اگرچہ کئی مقامات میں تصنع دکھائی دیتی ہے مگر اس سے ان کے شعری ملکہ وقدرت کی قوت اور طبعِ موزوں کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے، اپنی کتاب سبحۃ المرجان فی آثارِ ھندوستان کی تیسری فصل میں رقم طراز ہیں کہ میں نے اس نظم میں ہندی اقسامِ بلاغت کو عربی لباس پہنانا چاہا ہے تو اربابِ ادب سے توقع کرتا ہوں کہ جیسے ہندی تلواروں کو زمانۂ قدیم ہی سے بنظرِ استحسان دیکھتے آئے ہیں بعینہٖ میری اس کاوش کو بھی داد وتحسین کی نظر سے دیکھیں گے(۱۳)، مزید لکھتے ہیں کہ سینتیس بدیعی اقسام کا میں نے استخراج کیا ہے مثلاً تفاؤل، نذر، وفاق، اورتثبت وغیرہ اور تمیس اقسام ہندی فنِ بدیع کی تعریب کی اور ان کے موزوں عربی نام رکھے مثلاً تنزیہہ، تشبیہ الشیء بنفسہ، تشبیہ البرھان، انتزاع اور تشبیہ النفی وغیرہ، اسی طرح امیر خسرو دہلوی (م ۷۲۵ھ) کی وضع کردہ بعض اصنافِ سخن پر بھی طبع آزمائی کی، آزاد کا یہ تفنن اس لحاظ سے بہت وقیع ہے کہ ان مزعومہ الوانِ بدیع کے مطابق نہ صرف خود ایک طویل نظم کہی بلکہ ہر دور کے عرب شعراء کے کلام سے بھی ان کے نمونے قارئین کے ذوقِ مطالعہ کی تسکین کے لئے پیش کئے۔

امیر خسرو کا تفنن اور مابعد شعراء کی متابعت:

امیر خسرو جو عربی، فارسی اور ہندی (یعنی اپنے زمانہ کی اردو جو ابھی ابتدائی شکل میں تھی) کے شاعر تھے، کی جدتِ طبع نے قدیم اسالیب اور اصنافِ سخن تک محدود رہنا گوارا نہ کیا، ان کی جدت طرازی اور طبعِ متفنن نے کئی شعری قوالب اور اصنافِ سخن ایجاد کیں ان میں ابوقلمون، ذوالوجہین اور قلب اللسانین وغیرہ کئی ظواہر واشکال ہیں اپنی کتاب اعجازِ خسروی میں اس بارے معلومات اور اشعار پیش کئے ہیں، ان میں براعتِ جواب کے نام سے تفننِ طبع کا ایک مظہر ہے جس پر اولاً خود تینوں زبانوں کی اپنی شاعری میں طبع آزما ہوئے پھر آزاد وغیرہ کئی شعرائے برصغیر نے ان کی ہمنوائی کی، براعتِ جواب یہ ہے کہ متعدد سوالوں کے جواب میں ایک ہی ایسا مناسب جملہ یا لفظ بولنا کہ سب سوالوں کا اس میں جواب مل جائے، امیر خسرو کے اردو کلام سے اس کی مشہور مثال یہ دی جاتی ہے:

جوتا کیوں نہ پہنا انڈا کیوں نہ کھایا؟ تلا نہ تھا۔

آزاد لکھتے ہیں ایک ہندی شعر دیکھا جس میں شاعر نے سات سوالات کا جواب ایک کلمہ سے دیا، آزاد کے کلام سے اس کی ایک مثال یہ ہے:

طَلَبَتْ فتاۃُ النجدَ مِنی درھما　　وسعادُ حُلیا زِیْنَۃً لِلُعطل
وحبیبۃُ الوَعْساءِ ثوبا جیدا　　فأجَبْتُھُمْ آتِی غداً بِالْمِجْوَل(۱۴)

یعنی نجد کی دوشیزہ نے مجھ سے درہم مانگا جبکہ سعاد نے زیور اور حبیبہ وعساء نے عمدہ کپڑے کی فرمائش کی میں نے جواب دیا کل مجول لاؤں گا، مجول کی بابت کہتے ہیں یہ بروزنِ منبر ہے اور اس کے تین معانی ہیں: درہم، پازیب اور عورتوں کا لباس، ایک اور مثال:

قالُوْا لنا ما لَوْنُ يَوْمِكَ فِي الْفِرَا   قِ ولَوْنُ يَوْمِ الْوَصْلِ قُلْنَا جَون

کہ فراق اور وصال کے تمہارے دنوں کا رنگ کیسا ہوتا ہے؟ جواب دیا: جون، کہتے ہیں جون سفید اور سیاہ دونوں معانی کے لئے مستعمل ہے(۱۵)۔

ابوقلموں کی تعریف یہ ہے کہ ایسا لفظ استعمال کرنا جو دو یا زائد زبانوں میں مشترک ہو اور سب زبانوں کے اعتبار سے محلِ استعمال میں معنی درست واقع ہوتا ہو، اس کی مثال قرآن سے یہ دی ہے، اللہ تعالی عاص بن وائل (حضرت عمرو کے والد) کے بارہ میں سورہِ مریم آیت نمبر:۸۰ میں کہتا ہے: (وَ يَـأْتِيْـنَـا فَرْداً) یعنی وہ تنہا ہمارے روبرو پیش ہوگا، لکھتے ہیں فردا فارسی میں کل (غـــداً) کا معنی دیتا ہے (یعنی اگلے روز، کل) تو دونوں معانی درست ٹھہرتے ہیں کہ کل روزِ قیامت اسے ہمارے پاس آنا ہوگا اگرچہ قرآن میں پہلا معنی ہی کرنا ہوگا مگر اللہ تعالی پر یقیناً اسکا دوسرا معنی مخفی نہ تھا(۱۶) آزاد نے اس مظہر پہ کئی اشعار نظم کئے ہیں مثلاً ان کا یہ شعر:

أَرَى فِي لَيْلِي الدَّاجِيْ نوارا   فَبُشْرىٰ لِلْمنى آنَسْتُ نَارا

یہ قرآنی آیت: إِنِّيْ آنَسْتُ نَاراً لَعَلِّيْ آتِيْكُمْ مِنْهَا بِقَبَسٍ أَوْأَجِدُعَلَى النار هُدًى(۱۷) سے مقتبس ہے، نارا کا عربی معنی بھی یہاں شعر میں مستقیم اور مناسب ہے اور ہندی معنی بھی یعنی خاتون، ابوقلموں میں طبع آزما ہوتے ایک اور ہندی شاعر علی معصوم یوں گویا ہیں:

فَقُلْتُ لَمَّا سَرَتْ فى اللاذ مائِسَةٌ   ياحَبَّذا السَّيْرَ بَلْ يا حَبَّذَا السَّارِيْ(۱۸)

ساری کا عربی میں معنی ہے: چلنے والا گویا کسی چلنے والے کی چال کی اور خود اس کی بھی تعریف کر رہے ہیں مگر ساتھ ہی ساری ہندو (اور بنگالی) عورتوں کا مرغوب لباس ہے جسے مقامی زبان میں ساڑھی کہتے ہیں تو اس کی تعریب ساری ہوگی، تو یہ معنی بھی محل و مقام کے مناسب ہے، آزاد کا ایک اور شعر ہے:

يُسَكِّنُ عَرْفُكَ الأذكىٰ هُيَامِيْ   فمِلْ لِلّٰه يا غُصْنَ الْبَان(۱۹)

یعنی تمہاری عمدہ خوشبو میرے لئے باعثِ تسکین ہے تو اے غصنِ بان تجھے اللہ کا واسطہ جھک جا، مِـلْ مَـالَ سے فعلِ امر ہے مگر اردو میں اس کا معنی ہے: ملو، تو یہاں دونوں معانی مناسبِ مقام ہیں، انہی کے کلام سے ایک اور شعر پیشِ خدمت ہے، یہ ایک

اچھوتی مثال ہے اس میں مستعمل ایک لفظ دو نہیں بلکہ تین زبانوں میں مشترک ہے اور تینوں معانی محل و مقام کے مناسب ہیں، کہتے ہیں:

یا رَبِّ کَیفَ نَریٰ فی قَوْمِنَا عَارا　　فاقطَعْ وَتِیْنَ عدُوٍّ ظَالِمٍ مَاریٰ (۲۰)

یعنی اے اللہ اس ظالم دشمن کی شہ رگ کاٹ جس نے جھگڑا کیا، ماریٰ کا لفظ ہندی (اور اردو) اور فارسی میں بھی ہے اگرچہ یٰ کی بجائے الف کے ساتھ لکھا جاتا ہے، ہندی میں اس کا معنی ہے: مارا یعنی (ضَــرَبَ) اور فارسی میں یہ ایک نہیں بلکہ دو لفظ ہیں، ما اور را، معنی ہوگا جو ہمارے لئے ظالم ہے، تو یہ تینوں معانی یہاں مستقیم ہیں۔

سابقہ عرب شعراء کی متابعت کا ایک پہلو کئی عرب شعراء کے بدیعی قصائد کی طرز پر قصائد نظم بند کرنا، اس ضمن میں آزاد کا ایک بدیعی قصیدہ ہے جو ایک سو ایک اشعار پر مشتمل ہے، بدیعی قصائد کے باب میں سب سے نمایاں کاوش عراق کے مشہور شاعر صفی الدین حلی کی ہے بعد ازاں کئی دیگر شعرائے عرب و عجم بھی اس میدان میں طبع آزما ہوئے اور طائرِ خیال کو پرواز کے لئے آفاق کی ان وسعتوں میں اڑایا ان میں جلال الدین سیوطی، ابن حجہ حموی، علی معصوم مکی اور عبدالقادر طبری بھی ہیں، آزاد رقم طراز ہیں:(هؤلاء الجماعة كُلُّهُمْ عربٌ عَرْبَاء وأئمةٌ أجِلّاء وأنا سَلَكْتُ منهج تقليدهم وسللت المهند فی تأييدهم وربمايفعل الضعيف فعل الأقوياء والنسيم العليل يُفْرِحُ أمزجة الأصحاء) (۲۱)

اس قصیدہ کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ یہ بوصیری کے بردہ کی متابعت بھی ہے یعنی اسی کے موضوع (مدحِ نبوی)، بحر اور قافیہ میں ہے، مطلع یہ ہے:

الحمدُ لِلّٰه لاحَ البرقُ فی الظلم　　سَأرْتِئُ مَبْسَمَ الْحَسْنَاء مِنْ إضَم (۲۲)

کئی تمہیدی اشعار کے بعد آنجناب کی مدح میں یوں نغمہ سرا ہیں:

جاءَ تْ أيَادِیْ رسُوْلِ اللّٰهِ تَقْوِيَةً　　لِلسَّيْفِ والضيف مِنْ عُرْبٍ ومِنْ عَجَم

ما مَنْطِقُ المصطفیٰ مِنْ جِنْسِ مَنْطِقِنَا　　بَلْ اسْتَحَالَتْ جماناتٌ إلَی الْكَلِم

اس نظم کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ باوجود کثیر اشعار کے قافیہ کا کوئی لفظ متکرر نہیں۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی نے اپنے ایک قصیدہ میں طغرائی کے لامیۃ العجم جو شنفری کے لامیۃ العرب کے مقابلہ و معارضہ میں تھا، کی متابعت کرتے ہوئے کہا:

یا سَائِراً نحوَ بَانِ الْحی والأسل　　سَلِّمْ علیٰ سَادَةَ الأوطان ثُمَّ قُلِ

ما زِلْتُ فی بُعْدِكم كَالنَّار فی شُعَل　　والأرضِ فِیْ كَسل والماءِ فِیْ مَلَلِ (۲۳)

اسی کی متابعت میں آزاد بلگرامی کا اکیاون اشعار پر مشتمل ایک مدحیہ قصیدہ ہے، دو شعر درج ذیل ہیں:

سُبْحَانَ مَنْ أرَقَّ لِعُشَّاق فی الأزل و زانَ ناظرۃَ الْغَزْلان بالْکُحلِ

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الأ کْبَادَ رَاقیة بِأَسْهُمٍ مِنْ ذوات الأعْیُنِ النُّجل(۲۳)

شعری معارضات:

متابعات کی طرح بحر وقافیہ کے اعتبار سے تو یہ قصائد پیش رو قصائد کی مثل ہوتے ہیں مگر ان کی طرح ان میں سابقہ نظموں میں باندھے گئے خیالات وموضوعات کی تائید نہیں بلکہ تردید اور معارضہ مقصود ہوتا اور ان کے افکار کا رد کیا جاتا ہے، برصغیر کی عربی شاعری کا ایک مشہور قصیدہِ معارضہ شاہ رفیع الدین کا ہے جس میں انہوں نے ابن سینا کے فلسفی نظریات وافکار پر مشتمل مشہور قصیدہ الروح کا رد کیا، ابن سینا کی اس نظم کا مطلع ہے:

هَبَطَتْ إلَیْکَ مِنَ الْمَحل الأرْفَع وَرْقَاءُ ذَاتُ تعزُّز وتمَنُّع

تو شاہ رفیع الدین نے اسی زمین میں کہی اپنی نظم میں اس کے افکار کا ردو معارضہ کیا، اس کا مطلع ہے:

عَجَباً لِشَیْخ فَیْلَسُوف ألْمَعِیّ خَفِیَتْ لِعَیْنَیْهِ مَنَارةُ مَشْرَع (۲۴)

برصغیر کے ایک اور شاعر مولانا عبیداللہ میدنی پوری (م ۱۳۰۳ھ) نے بھی اپنے ایک مخمس میں ابن سینا کی اسی نظم کا معارضہ ومحاکمہ کیا، ان کے چند اشعار حسبِ ذیل ہیں:

مِنْ بَعْدِ ما سَکَنَتْ بِعُشٍّ أمْنَع مِنْ فَوْقِ رَأسِ الْقَدْرِ رَوْض مُمَرّع

بِألذّ عَیْشٍ أرْغَدٍ مُتَبَرَّع هَبَطَتْ إلَیْک مِنَ الأرْفَع

وَرْقَاءُ ذَاتُ تَعَزُّزٍ و تَمَنُّع (۲۵)

چوتھا اور پانچواں مصرعہ ابن سینا کا ہے۔ معارضات کے سلسلہ کی ایک مثال مولانا شاہ احمد شرعی (م ۹۱۸ھ) کا ایک قصیدہِ معارضہ ہے جو زمخشری کے ایک قصیدہ کا ردو جواب ہے جس میں وہ یوں گویا تھے:

وجماعۃٌ سَمُّوا هَواهُمْ سُنَّةً وجماعَة حُمُر لَعَمْری موکفه

قد شَبَّهُوْه(۲۶) بِخَلْقِهٖ وتخوفوا شنع الوریٰ فتستروا بالبلکفة

بعض نے انہیں زمخشری کی بجائے شیخ فخر الدین جاربردی کی طرف منسوب کیا ہے، احمد شرعی نے جواباً کہا:

عَجَباً لِقَوْمٍ ظالِمِیْنَ تَلَقَّبُوْا بِالْعَدْلِ ما فِیْهِمْ لَعَمْری مَعْرِفَة

قد جاءَ هُمْ مِنْ حیث یَدْرُوْنَه تَعْطیل ذاتِ إلٰهٍ مع نَفْیِ الصفة (۲۷)

انہی معارضات میں محمد علی حزیں (م ۱۱۸۰ھ) کا قصیدہ لامیہ ہے جو شنفری کے لامیۃ العرب کا جواب و معارضہ ہے البتہ یہ معارضہ کوئی علمی، دینی یا سیاسی نہیں بلکہ تغزلی ہے، شاعرِ متأخر کا دعوی ہے کہ اس نے پیش رو شاعر سے بڑھ کر رنگِ تغزل جمایا ہے ،معارضات کے اصول کے مطابق سابقہ بحر و قافیہ کی پابندی موجود ہے، اپنے اس قصیدہ پر مفتخر و نازاں ہوتے ہوئے کہتے ہیں:

اِسْمَعْ کلامی وَدَعْ لامیۃً سَلَفَتْ اَلشَّمْسُ طالِعَۃٌ تُغْنِیك عَنْ زُحَلِ(۲۸)

کہ میرا کلام سن اور سابقہ لامیہ کو چھوڑ، چڑھتے سورج کے ہوتے ہوئے بھلا زحل کی کیا ضرورت، آزاد بلگرامی نے بھی لامیۃ الہند کے نام سے ایک مدحیہ قصیدہ کہا ہے جو لامیۃ العرب کی زمین و قافیہ میں ہے۔ معارضات کی ایک مثال الحکیم محمد بن احمد گیلانی (م ۱۰۵۰ھ) جو مکی المولد اور ہندی المسکن والمدفن ہیں، کا قصیدہ دالیہ ہے جس کے ساتھ احمد مرشدی کے قصیدہ کا معارضہ کیا، مطلع ہے:

صوادح البان وهنا شجوها بادٍ فمن عذير فتى فى فتِّ أكباد (۲۹)

یہ اسی اشعار پر مشتمل ہے، مرزا غلام احمد کی عربی زباں میں کہی ایک نظم جسے وہ اعجازیہ کا نام دیتا تھا، کے جواب میں مولانا فیض الحسن جہلمی نے غیر منقوط عربی نظم کہی جس میں اس سے علمی سوالات کئے اور مطالبہ کیا کہ ان کا جواب دے، اس کا مطلع ہے:

لِمَالِك ملكه حمدٌ و سلام علىٰ مَرْسُوْله عِلْمُ الكَمال

چند مزید اشعار حسبِ ذیل ہیں:

أما والله أسئلك المسائل اسل هلم سل أولى السوال

ألا هل صار دعواك الرساله كموحى الله معصوم المحال(۳۰)

مسلکی اور فقہی اختلافات اور شیعہ سنی، وہابی بریلوی باہمی مناقشات نیز قادیانیوں کے ردو معارضہ میں بھی ان شعرائے عربی زباں کے قصائد و اشعار موجود ہیں (۳۱) یہ اگرچہ ادبی معارضہ کی تعریف پر پورا نہیں اترتے کہ جس کے مطابق معارَض لہ اور معارَض بہ نظموں کیلئے ضروری ہے کہ یکساں بحر و قافیہ رکھتی ہوں البتہ لغوی اعتبار سے ضرور معارضات کی لڑی میں پروئے جا سکتے ہیں (۳۲) اسی قبیل سے ان کے وہ قصائد و اشعار ہیں جنہیں انگریزی استعمار کے خلاف نظم کیا اردو ادب کی اصطلاح میں اسے مزاحمتی ادب کا نام دیا جاتا ہے

شعری تقاریظ:

اسی تفنن کا ایک مظہر جس میں ان کی جولانیٔ طبع کا اظہار ہوا، شعری تقریظات ہیں مختلف کتب و رسائل کی تقریظ کے بطور متعدد ایسے قصائد ملتے ہیں جن میں مقرّظ لہا مؤلفات کے مندرجات کی تعریف کے ساتھ ان کے مصنفین کی تحسین بھی کی گئی ہے، ان میں غلام علی آزاد کی مظہر النور نامی ایک کتاب پر یہ تقریظ ہے:

وُجِدَتْ فی کتابه نُکَتٌ لا یُریٰ مِثْلُهُنَّ فی الزُّبَر
أوْمَضَتْ فی سَوادِ نُسْختِهِ شُهَبٌ مِنْ لَوَامِعِ الفکر
مَظْهَرُ النور یَسْتَضِیءُ به مَنْ له أدْنیٰ حِصَّةٍ مِنَ الْبَصَر (۳۳)

اسی طرح شاہ ولی اللہ دہلوی کی صدر عالم دہلوی کے ایک رسالہ پر تقریظ ہے، مصنف نے اپنے اس رسالہ میں اپنے نقطہ نظر سے حضرت علی کے مناقب بیان کئے، اس تقریظ کا مطلع ہے:

رَعاكَ اللّٰهُ یا صَدْرَ الْعَوَالِی وطُوْلَ الدهْرِ کان لكَ الْبَقاءُ (۳۴)

بحیثیت ایک سنی عالم ومحدث کے اپنا فرض سمجھا کہ کہ مصنف کی توجہ صحابہ کرام اور حضرات ابوبکر وعمر کی شان وفضیلت کی طرف مبذول کرائیں تا کہ وہ ممکنہ افراط وتفریط سے بچ سکیں چنانچہ نصیحت آمیز انداز میں کہا:

وما نال الصحابة عارفیه یقیناً مثلما طَلَعَتْ ذَكاءُ
فَأَثْبِتْ ذالك للشیخین واخْتَرْ مِنَ الأوصاف مَدْحاً ما تَشاءُ

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی بھی مختلف کتب پر شعری تقاریظ موجود ہیں مثلاً کتاب سراج العوارف فی الوصایا والعوارف پر گیارہ اشعار پر مشتمل تقریظ کہی اسی طرح سیرت کے موضوع پر ایک کتاب انوار ساطعہ کی تقریظ میں یہ اشعار کہے (۳۵):

سَوَادُ عُیُوْنِ العیون عین سَنا ذَهَبٍ و لَوُحُ نحور الجور لاح کَمَا یَجِب
فإنْ قِیْلَ جبریل لَقال الأدب قَلِیْلٌ لِمَدْحِ المصطفیٰ الخَطُّ بالذهب

غیر منقوط شاعری :

تفنن اور لسانی قدرت کا ایک مظہر غیر منقوط اشعار نظم بند کرنا ہے جو صرف وہی کر سکتا ہے جو لغت پہ مکمل دسترس اور قدرت کا حامل ہو، عربی ادب کی اصطلاح میں اسے صنعتِ اہمال کہا جاتا ہے، اس کی سب سے نمایاں مثال عہدِ اکبری کے ایک نابغۂ روزگار ادیب وعالم ابوالفیض فیضی کے غیر منقوط قصائد واشعار ہیں جو ان کی عربی زبان وادب میں بے مثال مہارت کی دلیل ہیں، اپنی کتابِ تفسیر سواطع الالہام ۔ یہ بھی غیر منقوط ۔ کے مقدمہ میں اس کی تعریف میں یوں رطب اللسان ہیں:

ألواحُ سِحْرٍ أمْ طِلَسْمُ مكرم لأسرارِ روح لِلسَّواطع مُلْهِم
لَسِحْرٌ حلال والسطوع طلسمه وما هو سحر أو طلسمٌ مُحَرَّم
وما لِعِلْمٍ إلا وهو أصلٌ لكلمه لإعلامِ أسماء العوالم آدم (۳۶)

تفسیر کے آغاز میں بجائے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کے (چونکہ اس میں نقطوں والے حروف ہیں) کلمہ طیب لکھا اور حمد کی جگہ یہ اشعار:

الحمدُ لِمُلْهِم الکلام الصاعد وهو المحمود أولاً والحامد

ما وحده موحد إلا هو والله إلٰهکم إلٰهٌ واحِد

تضمینات:

تفنن کا ایک مظہر قرآنی آیات، احادیث اور سابقہ عصور کے کلام کے مصرعوں کی تضمین ہے، یعنی انہیں جوں کا توں یا معمولی تصرف کرتے ہوئے اپنے کلام میں جڑ دینا، ذیل میں ان کے کلام سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں (۳۷) جن میں قرآن کی آیت، کوئی حدیث یا کسی اور شاعر کا کوئی مصرعہ ہے:

۱۔ مَنْ جَاءَ مؤمنا بالذنب معترفاً فلا يَخَافُ بَخْساً ولا رَهَقا

دوسرا مصرعہ سورۂ الجن کی آیت نمبر ۱۳ ہے۔

۲۔دَنیٰ فَتَدَلّیٰ قَابَ قَوْسَیْنِ أَوْ أَدْنیٰ و أکرم بالإيحاء سبحان مفضل

پہلا مصرعہ سورۂ النجم کی سوآیات ہیں شعری ضرورت کے تحت قاب سے قبل (فکان) کو ترک کیا۔

۳۔صَلُّوا علیه و سَلِّمُوا تسلیما إنَّ الصَّلاةَ علیه عَیْنُ جَمَال

پہلا مصرعہ سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۵۶ کا ایک جملہ ہے۔

۴۔و آخِرُ دَعْوَانا أنِ الْحَمْدُ لِلَّذی لِنُصْرَةِ دِیْنِ الحق کان هدانی

پہلا مصرعہ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۱۰ کا حصہ ہے صرف۔دعواهم۔کی ضمیر متصل بدل دی اور۔لِلّٰه۔کی بجائے: للذی کہا۔

۵۔واللیل إذا یغشیٰ والشمس والضحیٰ والنجمِ إذا هَویٰ والفجر إذا ضا

اس میں سوائے آخر کے الفاظ: والفجر إذا ضاء کے باقی پورا شعر قرآنی آیات پر مشتمل ہے۔

۶۔ أتانی زائرا فی النوم لیلا فَسُبْحَانَ الَّذِیْ أَسْریٰ بِعَبْدِهِ

دوسرا مصرعہ سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت ہے شروع میں فاء لگا دی تاکہ وزن پورا ہو۔

۷۔رسول شفوق عزیز حریص و بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤوفٌ رَّحیم

دوسرا مصرعہ سورہ التوبہ کی آیت نمبر ۱۲۸ کا حصہ ہے صرف شروع میں واو کا اضافہ کیا۔

احادیث سے تضمین کے ضمن میں درج ذیل شعر ملاحظہ فرمائیں:

صلوا علیه وسلموا علیهم لِکُلِّ داءٍ فِی الصلاۃ دَوَاءٌ

حدیثِ نبوی ہے: لِکُلِّ داءٍ دواءٌ (۳۸)۔ملحوظ رہے کہ قرآن وحدیث اسے اقتباسات تو بہت کثرت سے ہیں یہاں صرف تضمینات کی چند مثالیں پیش کرنے پر اقتصار کیا گیا، سابقہ شعراء کے مصرعوں کو مضمن کرنے کی بھی کثیر مثالیں موجود ہیں چند ایک پیش خدمت ہیں، شاہ ولی اللہ کی صدر عالم کی کتاب پر تقریظ کا ایک شعر ہے:

۱۔ تؤَلِّفُ فِیْ مَنَاقِبِہٖ کتاباً و عِنْدَ اللہِ فی ذاك الجزاء

دوسرا مصرع سیدنا حسانؓ بن ثابت کے مشہور نعتیہ قصیدہ کا ہے جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے: هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فأَجَبْتُ عنه

۲۔ ألا کُلُّ شیءٍ ما خَلَا اللّٰہَ زائلٌ وکُلُّ وُجُوْدٍ دُوْنَ مجلاہ باطِلٌ

پہلا مصرعہ حضرت لبیدؓ کے ایک مشہور شعر کا پہلا مصرعہ ہے، شاعر جو کہ شاہ ولی اللہ ہیں، نے صرف آخری لفظ تبدیل کر کے اسے دوسرے مصرعہ کا آخری لفظ بنا دیا، لبید کا دوسرا مصرعہ یہ ہے: وکُلُّ نَعِیْمٍ لا محالَةَ زَائِلٌ

۳۔ أمسی الشموع علی الحُضَّارِ مُنْشِدَةً إنَّ الرسُوْلَ لَنُوْرٌ یُسْتَضَاءُ بِہٖ

دوسرا مصراع حضرت کعب کی مشہور نعت: بانت سعاد کے ایک شعر کا پہلا مصراع ہے دوسرا یہ ہے: مُھَنَّدٌ مِنْ سُیُوْفِ الله مَسْلُوْلٌ

۴۔ أمِیْرَ المؤمنین فَدَتْكَ نفسی لَنَا مِنْ شَأْنِكَ العَجَبُ الْعُجَابُ

پہلا مصرع ابن معتز کے شعر کا پہلا مصرع ہے دوسرا یہ ہے: لَقِیْتَ سَلَامَةً و ربحْتَ أجرا، آزاد بلگرامی کا ایک شعر ہے:

۵۔ أ تُمِیْلُ قَلْبَكَ حَیْثُ شِئْتَ مِنَ الْھَوىٰ مَا الْحُبُّ إلّا لِلْحَبِیْبِ الأوَّلِ

سارا شعر ماسوائے۔أتمیل۔کے ابوتمام کا ہے، پہلا لفظ ہے: نَقِّلْ۔

۶۔ مِنْ ھنا مُسْتبینٌ أنَّ سیدَنَا مُھَنَّدٌ مِنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ مَسْلُوْلٌ

دوسرا مصرع حضرت کعب کا ہے۔

۷۔ لِلناس فیما یَعْشَقُون مَذَاھِبٌ تَھْدِیْ أولاءِ إلیٰ خِیام سُعَادِ

پہلا مصرع ایک مشہور شعر کا دوسرا مصراع ہے، پہلا یہ ہے: ومِنْ عادتی حُبُّ الدیارِ لأھلها، اسی مصرع میں معمولی تصرف کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع (مفتیان محمد رفیع اور تقی عثمانی کے والد مرحوم) نے اس طرح سے تضمین کی:

۸۔ فَمِنْ عادَتِیْ حُبُّ الْحِجَازِ لأھلها الکرام وأنْ نُفْضِی إلیها الرکائب

اسی کے دوسرے مصرع کی تضمین کرتے ہوئے گویا ہیں:

۹۔ فتلك وإن لامَ اللوائِمُ عادتی　　وَ لِلناس فیما یَعُشَقُون مَذَاهِبُ

۱۰۔ سَتُبُدِی الصَّبَا أَحُوَالَ برقةِ ثهمدٍ　　ویأتیك بالأخبار مَنُ لَمُ تُزَوِّدِ

دوسرا مصرع مشہور جاہلی شاعر طرفہ بن العبد کے ایک حکیمانہ شعر کا دوسرا مصرع ہے، پہلا یہ ہے:

ستبدی لك الأیام ما کُنُتَ جاهِلا۔ اس شعر کا تقدس اور امتیاز یہ ہے کہ یہ ایک مرتبہ سیدِ کائنات کی نوکِ زباں پر جاری ہوا جیسا کہ شمائلِ ترمذی میں ہے۔ تضمین کی آخری مثال دورِ جاہلی کے امیر الشعراء امرؤالقیس کا سب سے مشہور ومعروف مصرع ہے یعنی: قِـفَـا نَبُكِ، جس کی کشش نے ہر دور کے شعراء کو مبہوت کیا اور ایک کثیر تعداد نے اسے تضمین کا نشانہ بنایا، غلام علی آزاد کہتا ہے:

۱۱۔ خلیلَیَّ إِنَّا نازِحُوُنَ عن الُحِمیٰ　　قِفَا نَبُكِ مِنُ ذِکُریٰ حَبِیُبٍ وَمَنُزِلِ

ایک اور شاعر نے حسنِ تصرف کا مظاہرہ کرتے ہوئے یوں تضمین کی:

۱۲۔ قفا نَحُظَ مِنُ ذِکُریٰ حَبِیُبٍ وَمَنُزِلِ　　سَقَتُهُ السَّواری والغوادی مُسَلُسل

تفنن کا ایک بڑا مظہر فارسی الفاظ، تراکیب، بندشوں اور شعری قوالب واصنافِ سخن کا استعمال اور فارسی شعراء کے کلام سے اقتباس وتضمین ہے، اسے اپنے ایک دیگر مقالہ میں زیرِ بحث لاچکنے کی وجہ سے یہاں اس سے صرفِ نظر کرتا ہوں (۳۹) یہ شعراء چونکہ اصلاً علمائے دین تھے لہٰذا ان کا تفننِ طبع ایسے قصائد واشعار کے نظم کا بھی باعث بنا جن میں دینی اور علمی موضوعات زیرِ بحث لائے گئے، اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ میں اس پر سیر حاصل بحث کی ہے (۴۰) یہاں اس کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا۔

حوالہ جات

۱۔ان تفاصیل کیلئے دیکھئے راقم کا مقالہ: نشأة الشعر العربی فی الهند وأهم ملامحه، الدراسات الإسلامیة ، اکتوبر ۱۹۹۳

۲۔دیکھئے راقم کا پی ایچ ڈی کا مقالہ بعنوان: اتجاهات الشعر العربی فی الهند اور آرٹیکل بعنوان: نبویات شعراء شبه القارة فی العصر الحدیث ، تحلیل موضوعی، مجلّہ: الثقافة الإ سلامیة، مرکز الشیخ زائد الإ سلامی، کراچی، العدد الثالث، ۲۰۰۴ھ

۳۔دورِ جاہلی کے دس اشعرِ شعراء اور ایک روایت کے مطابق سات شعراء کا ایک ایک منتخب قصیدہ جسے ان کی عمدگی اور جودت کی بناء پر۔ایک روایت کے مطابق۔ کعبہ میں معلق کیا گیا، اسی وجہ سے یہ نام پڑا

۴۔تخمس دورِ متأخر کی ایک معروف صنفِ سخن ہے جس میں شاعر اپنی نظم کو پانچ پانچ مصرعوں پر مشتمل قطعات میں تقسیم کرتا ہے، تضمین میں عموماً پانچواں مصرعہ قصیدہِ معارَض لہا کا ہوگا

۵۔ نزهة الخواطر وبهجة المسامع و النواظر: ۱۸۴/۷

۶۔ایضاً: ۲۷۵/۷

۷۔ایضاً: ۹۷/۸

۸۔ایضاً: ۴۴۲/۸

۹۔الرشید نعت نمبر، ص: ۳۸۵۔۳۸۹

۱۰۔ایضا

۱۱۔ایضاً

۱۲۔ایضاً

۱۳۔دیکھئے: ص: ۱۳۵

۱۴۔آزاد بلگرامی غلام علی، سبحة المرجان فی آ ثار هندوستان، ص: ۱۴۹

۱۵۔ایضاً

۱۶۔ایضاً د ص: ۲۰۴

۱۷۔سورہ طٰہٰ: ۱۰

۱۸۔سبحة المرجان، ص: ۲۰۵

۱۹۔ایضاً: ۲۰۶

۲۰۔ایضاً

۲۱۔ایضاً، ص: ۲۲۰

۲۲۔دیکھئے ان کا دیوان: سبعہ سیارہ : ۱۔۲۹

۲۳۔نزهة الخواطر: ۲۷۵/۷

۲۴۔ دونوں قصائد کیلئے دیکھئے: جلاء العینین فی محاکمة الأحمدین، ابن آلوسی بغدادی

۲۵۔نزهة: ۳۰۰/۸

۲۶۔ضمیر کا مرجع ذات باری تعالیٰ ہے

۲۷۔نزهة: ۱۳۲/۴

۲۸۔ ایضاً :۶/۳۳۴

۲۹۔ ایضاً :۵/۳۴۲

۳۰۔ اگلا حاشیہ ملاحظہ کریں

۳۱۔ قادیانیوں کی مخالفت میں کہے گئے شعرائے برصغیر کے عربی منظومات کے ضمن میں دیکھئے راقم کا آرٹیکل: جهود شعراء العربية فی شبه القارة فی مقاومة الحركة القاديانية، مجلّہ، نداء الإسلام، اسلام آباد ۱۹۹۷

۳۲۔ اس بارے تفاصیل کیلئے دیکھئے راقم کا پی ایچ ڈی کا مقالہ

۳۳۔ سبحۃ المرجان (محقق):۱/ ۲۸۷

۳۴۔ نزھۃ :۶/ ۴۱۷

۳۵۔ دیکھئے ان کا دیوان حدائق بخشش :۳/۹۰

۳۶۔ نزھۃ :۵/۳۰

۳۷۔ یہ سب مثالیں راقم کے پی ایچ ڈی کے مقالہ سے ماخوذ ہیں، وہاں ان کے حوالہ جات تفصیل سے مذکور ہیں

۳۸۔ صحیح مسلم، کتاب السلام

۳۹۔ دیکھئے راقم کا آرٹیکل بعنوان: برصغیر کی عربی شاعری پر فارسی اثرات، مجلّہ فکر و نظر، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد اکتوبر ۱۹۹۹ء

۴۰۔ یہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور میں جناب ڈاکٹر سلیم طارق کے زیرِ اشراف مکمل ہوا اور ۱۹۹۷ء میں مناقشہ ہوا

مراجع

۱۔ اتجاهات الشعر العربی فی شبه القارة (باکستان والهند) راقم کا پی ایچ ڈی کا، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

۲۔ جلاء العينين فی محاكمة الأحمدين، نعمان خیر الدین ابن آلوسی بغدادی

۳۔ حدائق بخشش، دیوان مولانا احمد رضا خان بریلوی، طبعِ قدیم: پٹیالہ انڈیا اور جدید: مکتبہ گنج شکر لاہور

۳۔ الرشید نعت نمبر، مکتبہ رشیدیہ، لاہور

۴۔ سبحة المرجان فی آثار هندوستان، غلام علی آزاد بلگرامی، بمبئی، انڈیا۔ ۱۳۰۳ھ

۵۔ السبعة السيارة، دیوان غلام علی آزاد، مطبع کنز العلوم حیدر آباد دکن، انڈیا

۶۔ نزهة الخواطر و بهجة المسامع و النواظر، مولانا عبدالحی حسنی، مطبع دائرہ معارفِ عثمانیہ، حیدر آباد دکن، انڈیا۔ ۱۹۴۷